قسط ۳

ایرین یا ویدک عہد کی تہذیب و ثقافت

اور

صنعت و تجارت کی ترقی کا جائزہ

از سید امین الدین صاحب جلالی شاہجہانپوری

نجوم و ہیئت ہندی نجوم و ہیئت کی تاریخ بہت قدیم ہے دراوڑی عہد میں اس کی بنیاد پڑ چکی تھی ایرین یا ویدک عہد میں اس کو کافی پیش رفت حاصل ہوئی ویدوں کے آخری حصوں میں ہیئت و نجوم کے مبادیاتی اصول کے ساتھ ہیئت دانوں کے ناموں کا بھی پتہ چلتا ہے نظام شمسی کے دوسرے سیاروں کے نام بھی بتائے گئے ہیں براہمن کے تیسرے حصہ میں صاف طور سے مذکور ہے کہ سورج کبھی طلوع و غروب نہیں ہوتا بلکہ دن کے آخری حصہ میں پہنچ کر وہ مختلف صورتیں پیدا کرتا ہے نیچے کے حصہ کو رات اور دوسری طرف کے حصہ کو دن بناتا ہے۔ ویدک عہد میں اس کو مذہبی تقدیس بھی حاصل ہو چکی تھی، اور ویدوں کا ایک رکن مانا جاتا تھا رگ وید میں سال بارہ مہینوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور ایک مہینہ لوند کا جوڑ کر شمسی اور قمری سال میں مطابقت پیدا کی گئی ہے[1]

غرض ہیئت و نجوم کے آغاز کے ساتھ نظریاتی پیش رفت اس دور کی خصوصیت ہے زمین کا مع اپنے محور کے گردش کرنا اور گردش سے رات دن کا ہونا، اور سورج کے طلوع و غروب کی حقیقت قدیم رگ وید کے سوتروں میں پائی جاتی ہے۔ سورج اور چاند گرہنوں اور سیاروں کے باہمی اتصال و کشش کا ذکر بھی اس دور کی مذہبی کتابوں میں ملتا ہے

---

[1] عہد قدیم مشرق و مغرب ص ۳۲ انڈیا پاسٹ از مسٹر میکڈونلڈ

ڈرامہ بھارتی ڈرامہ کے آغاز اور اس کے تدریجی ارتقاء کا حال اب ماضی کے دھندلکے سے نکل کر حال کی جن روشنیوں میں آ رہا ہے اس کی بناء پر یقین و اذعان سے کہا جا سکتا ہے کہ بھارتی ڈرامہ کو ویدوں جیسی عصری قدامت حاصل ہے اور بقول بعض محققین کہ بھارتی ڈرامہ کی بنیاد مغربی ڈرامہ اور اسٹیج سے تقریباً دو ہزار سال پہلے پڑ چکی تھی [1] اور جدید نظریہ کے مطابق بھارتی ڈرامہ کی تاریخ اتنی قدیم ہے جتنی خود باشندگان ہند کی [2] اس جدید نظریہ یا اشارہ کا مشار الیہ ہند کے اصل باشندوں یعنی دراوڑوں کا دور تصنیف ہے جس میں "تول کاپیم" کے مصنف بقول اس قدیم ترین دور میں "سلپا تھیکارم" نامی ایک حزنیہ ڈرامہ نے شہرت حاصل کی تھی، ایرین دور میں ابتدائی اپنشدوں کے مطالعہ سے بھی بھارتی ڈرامہ کے آغاز کا پتہ چلتا ہے اس دور کی یگیہ وغیرہ میں رقصیہ عنصر کا امتزاج دیکھ کر تاریخ ڈرامہ کے مبصرین کی یہ متفقہ رائے ہے کہ قدیم بھارتی ڈرامہ رقص کی کوکھ سے نکلا ہے بلکہ ان کے نزدیک بھارتی ڈرامہ انداز رقص کی ایک ارتقائی صورت ہے، ظاہر ہے کہ ہندی رقص و موسیقی کو بڑی قدامت حاصل ہے چنانچہ سام وید کا ایک حصہ گیتوں پر مشتمل ہے جو سام گان کے نام سے موسوم ہے [3] رگ وید بھجنوں میں جو مکالماتی انداز پایا جاتا ہے۔ اسکو بھی ڈرامہ کی صورت گری کہا جاتا ہے عوام میں رزمیہ نظموں کا پڑھا جانا بھارتی ڈرامہ کی اولین بنیاد کہا گیا ہے

راماین کے اوراق بتاتے ہیں کہ بھرت کے ننہال والوں نے اپنے اور شتروگھن کی تفریح طبع کے لئے ڈرامہ اسٹیج کرنے کا پروگرام بنایا تھا، مہابھارت کے اوراق میں ڈرامہ کا کنایاتی ذکر موجود ہے۔ واتسیاین کا کام شاستر بھی ڈرامہ کے ذکر سے خالی نہیں بھرت منی کا ناٹیہ شاستر خود اس حقیقت کا گواہ ہے کہ ڈرامہ کا فن ویدک عہد کے آخر میں اتنے عروج پر تھا کہ اس سے ایک ضخیم کتاب لکھی جا سکتی ہے اس تصنیف میں قدیم ترین مصنفین کے حوالے بھی ملتے ہیں، جن سے اس

۱۔ مجلہ نقد ڈرامہ ۲۔ قرون وسطیٰ میں ہندوستانی تہذیب ص۔

فن پر پہلے بھی گرنتھ لکھے جانے کی تصدیق ہوتی ہے[1]۔ بعض علماء محققین کے نظریہ کے مطابق رامائن اور مہا بھارت کے رزمیے بھارتی ڈرامہ کی اصل بنیاد ہیں، پانینی کے نٹ سوتروں کو ڈرامہ نہ سہی انداز ڈرامہ ضرور کہا جاسکتا ہے، مشہور قواعد نویس پتنان جلی نے جو تقریباً دو سو قبل مسیح گذرا ہے اپنی تصنیف مہا بھاشیہ میں اپنے پیش رو کاتیاتن کے ایک گرامری اصول پر بحث کرتے ہوئے دو قدیم ترین بھارتی ڈراموں کنس بدھ اور بلی بدھ کا ذکر کیا ہے۔

ڈرامہ ہندی سماج کا اہم ترین جزو رہا ہے یہاں کی رنگین اور موسیقی نواز فضا اس کو ایسی راس آئی کہ باید و شاید۔ اس فن کے عالم بالا سے اترنے کے متعلق ایسی تحیر خیز دیو مالائی روائتیں کثرت سے ملتی ہیں جن سے ڈرامہ کی تقدیس و تکریم کے ساتھ ذہن ہندی کا فطری لگاؤ بھی ظاہر ہوتا ہے اس عام لگاؤ کے پیش نظر ہربرٹ مارشل کو کہنا پڑا کہ ڈرامہ کی اہل ہند کی نظر میں اتنی شہرت ہے جتنی عیسائیوں میں بائبل کی اور یونانیوں میں ارسطو کی ڈرامہ کی تقدیس و تبریک کے سلسلے میں جتنی دیو مالائی روایتیں ملتی ہیں، ان سب کا خلاصہ اور مفہوم صرف یہی ہے کہ ناٹک کا جنم دیولوک میں ہوا اور اس کے موجد شیو جی یا مہا دیو جی ہیں جنھوں نے مہاراجہ اندر کی فتح کا جشن منانے کے لئے دیولوک میں محفل رقص و سرود رچائی تھی، اس تخمین کا آخری حصہ یہ ہے کہ برہما نے شیو جی سے یہ فن سیکھا اور دنیا میں پانچویں وید کی تخلیق ہوئی جو نٹ وید کے نام سے مشہور خلائق ہوئی بعد میں بھرت کے توسل سے یہ فن دیولوک سے اتر کر دنیا میں آیا اور اس طرح بھرت، بھارت ورش کا سب سے پہلا ڈرامہ نگار قرار پایا، اور دیولوک میں اسی کی نگرانی میں پہلا ڈرامہ لکشمی سوئمبر کھیلا گیا[2]، مذہبیت کے اسی اثر کو دیکھ کر بعض نقادان فن نے جن میں ڈاکٹر چیٹرجی کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ڈرامہ صرف ان ہی اقوام میں ترقی کی منزلوں میں پہنچا، جن کے ہاں دیو مالائی روایات کا وافر ذخیرہ موجود تھا، چونکہ ان روایات کو اپنانے میں ہند کا شوق ستائش پسند

---

[1] عہد قدیم مشرق و مغرب [2] تاریخ ادب سنسکرت از پنڈت شاستری۔

ذہن سر فہرست رہا ہے اس لئے ڈرامہ کا آرین دور میں ترقی کی طرف قدم رکھنا تعجبات کے زمرہ میں شامل نہیں آسکتا ۔

فن طب اور جراحی | قیام صحت کے وسائل کی تلاش کا مختصر نام طب ہے فن طب اور جراحی آلات سازی کی پیش رفت دراوڑی دور کی خصوصی ترقی میں شامل ہے لیکن اس بنیاد پر آرین دور میں ایک شاندار عمارت تعمیر ہوئی ویدک عہد میں اس کی ترقی کا مفصل حال قدیم مذہبی تصانیف سے معلوم ہوتا ہے ۔

اہل ہند نے طب کی ایجاد و تدوین کو دیوتاؤں سے منسوب کیا ہے اور مصر کی قدیم ترین طب کو ہندی طب کی شاخ بنایا ہے دیوتاؤں سے نسبت کی بنا پر متعدد دیو مالائی روایتیں بھی اس فن سے متعلق ملتی ہیں جنھوں نے بعد کو فنی اور تاریخی اہمیت اختیار کر لی، چنانچہ شاستروں میں مذکور ہے کہ آیورید اتھروید کا اُپ وید (ضمیمہ) ہے جو ازل سے چلا آرہا ہے برہما نے انسانی فلاح و بہبود کے پیش نظر آیوروید کی فنی حیثیت سے تدوین کی اور سب سے پہلے ہر جاپتی دکش کو پڑھایا دکش نے آشونی کمار کو کمار نے دیوراج اندر کو اندر نے دہار شی آترے کو دہارشی نے اپنے خاص شاگردوں اگنی ویش اور پراشر کو پڑھایا اگنی ویش بڑے ذہین اور طباع تھے انہوں نے سب سے پہلے اگنی ویش سنگھتا لکھی جس کو آگے چل کر دہارشی چرک نے کچھ حک و اضافہ کے ساتھ چرک سنگھتا نام سے شائع کیا، جو آیور وید ک دنیا میں ایک عظیم تصنیف سمجھی جاتی ہے ،

موجودہ آیورویدک طریقہ علاج کا دارومدار اسی گراں قدر تصنیف پر ہے اور اس میں اس طریقہ علاج کو اصول فطرت کے عین مطابق کہا گیا ہے ، آیوروید کے لفظی معنی علم الحیات کے ہیں، آیو بمعنی عمر، حیات، اور وید بمعنی علم اصطلاحاً آیوروید اس علم کو کہتے ہیں جس میں علم الحیات یا علم الابدان سے بحث کی جاتی ہے ،

ویدک عہد کے علمی اور فنی ارتقاء کے جو حالات ہم تک پہنچے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میں یہ فن تدوینی صورت اختیار کر چکا تھا، چنانچہ ویدوں کے اوراق سے علم

الابدان کے اصول وضوابط کی نشاندہی ہوتی ہے۔ اتھروید میں تفصیلی طور پر امراض کے نام وعلامات اور اعضائے بدنیہ کی تشریحات موجود ہیں۔ اس عہد کا نصاب تعلیم خود بتاتا ہے کہ فن طب کو اس میں کتنی خصوصیت حاصل تھی۔[1]

علم الاجسام یعنی تشریحات بدنیہ اور فن جراحی کے لحاظ سے بھی اس دور کو خصوصیت حاصل ہے۔ طلباء کے مشاہدہ اور عملی تعلیم کے لئے لاشوں کی قطع برید کی جاتی تھی، رگ وید کے اوراق بھی تین مشہور جراحوں کی نشاندہی کرتے ہیں، دوردوس، بھاردواج اور اشونی کمار بھیشم کے زخموں کا عمل جراحی کے ذریعہ علاج کرنے کے لئے دریودھن کا جراحوں کا بلانا مہابھارت میں موجود ہے۔ عمل جراحی کی تکلیف سے بچنے کے لئے بے ہوش کرنے والی ادویہ بھی اسی دور میں ایجاد ہو چکی تھیں۔ "ناگری پرچارنی پترکا" شبہ تنتر کے عنوان سے مطبوعہ مضمون کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آرین مصنوعی دانت بنانے میں بڑے باکمال تھے، حتیٰ کہ مصنوعی ناک بھی بڑی خوبی سے فٹ کردیتے تھے۔[2]

صنعتی اور تجارتی پیش رفت زبان وادب کی ترویج اور فروغ کے بعد آرین نے صنعتی اور تجارتی میدان میں قدم رکھا اور جلد ہی اپنے پیشرو یعنی ڈراوڑوں سے گوئے سبقت لے گئے، لیکن بایں ہمہ تجارت کے خطوط وہی رہے جو دراوڑوں نے ڈالے تھے۔

ویدوں میں سونے چاندی اور تانبے وغیرہ کی اکثر چیزوں کا ذکر ملتا ہے حقیقت میں ہندی سونا قدیم زمانہ سے اطراف عالم میں مشہور تھا، غیر ملکی تاجر اس کے حصول میں ہمیشہ کوشاں رہے ہیں، یونانی تاجروں میں خصوصاً قدیم ترین یونانی مورخ ملیٹی اور اسٹرابو نے ہندی سونے کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے تاہیرو ڈوٹس کے بیان سے بھی ہند،

---

[1] قرون وسطیٰ میں ہندوستانی تہذیب، [2] اے ہسٹری آف میڈیسن۔

[3] انیشنٹ منرجیکل انسٹرومنٹ جلد اول

میں سونے کی ریل پیل معلوم ہوتی ہے حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں پیش ہونے والے جس سونے کا ذکر ملتا ہے، اسے بائبل میں پرادیم کا سونا کہا گیا ہے اور بلاشبہ سنسکرت کے لفظ پُروا PURVA سے ماخوذ ہے جس کے معنی مشرق کے ہیں، اور عبرانی زبان میں یہی لفظ پرادیم PARAVEM بن گیا سونے کی اس افراط کی بنا پر عہد قدیم میں سونے کے ہندی زیورات کی بڑی شہرت رہ چکی ہے اور ہر کہ ومہ بلاتفریق مرد و زن سونے کو کسی نہ کسی صورت سے جسم پر لادنے کا عادی رہا ہے۔

رگ وید کے سوکتوں اور اس دور کی دوسری مذہبی کتابوں میں دری سازی، پارچہ بافی ظروف سازی اور آلات سازی کے ذکر کے ساتھ جوہریوں، سناروں، لوہاروں رنگ سازوں، ظرف سازوں، ٹوکری سازوں، کمہاروں، بڑھیوں، اور پارچہ بافوں کا ذکر بھی ملتا ہے علاوہ ازیں مہابھارت اور رامائن میں عالیشان محلوں، نظر فریب پوشاکوں شاندار ملوں، جاذب نظر شہروں کی تعمیر و زیبائش کا ذکر جس انداز سے کیا گیا ہے، اس سے صنعت و حرفت کی ہمہ گیر پیش روی اور ہر قسم کے ہنرمند کاریگروں کی موجودگی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے[1]

ان قدیم مذہبی کتابوں کے علاوہ آثار قدیمہ کے دستیاب شدہ کتبوں اور دوسری اندرونی شہادتوں سے جو تہذیبی حالات ہم تک پہنچے ہیں، ان سے پورے اعتماد کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ ایرین بحیثیت مجموعی صنعت و تجارت کی سرپرستی اور صناعوں کی ہمت افزائی میں دراوڑوں سے بہت آگے نکل چکے تھے، سمندر پر پل بنانے والے انجینیر بھی اس دور میں پیدا ہوئے اور فن تعمیر میں جو نمایاں پیش رفت ہوئی اس میں پدھشٹر کے محل کو مثالاً پیش کیا جا سکتا ہے، چینی سیاح فاہیان کے بقول یہ محل انسانوں کے

---

[1] ہندوستان کی پولیٹیکل اکانومی اندرناتھ پال۔

بجائے پرویوں کا تعمیر کردہ معلوم ہوتا ہے۔

فولادی اشیاء اور حربی آلات سازی ہند کی برآمدی اشیاء میں سب سے زیادہ قدامت بہ اختلاف رائے لوہے یا کپاس کو حاصل ہے اس کے بعد قیمتی پتھر، کپڑے، شکر، مسالے ہاتھی دانت اور اس کی مصنوعات کا بالترتیب نمبر آتا ہے تدریجاً ان برآمدی اشیاء کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا، فولاد سازی میں عام اوزار خصوصاً شمشیر سازی کی صنعت جس کی بنیاد دراوڑی دور میں پڑ چکی تھی، اس دور میں کافی آگے بڑھی اور اس کی برآمد شہرت میں بھی کافی پیش رفت ہوئی اس عہد کے وسط میں خام لوہے کے علاوہ ہندی تلواروں کا مصر میں پہنچنا بھی توران کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے۔ اس تجارتی قافلے کے پاس جو حضرت یوسفؑ کو کنوئیں سے نکال کر مصر لے جارہا تھا بخورات کے علاوہ ہندی تلواریں بھی تھیں۔ [1]

عہد قدیم کے مشرق و مغرب اور تاریخ القرآن کے فاضل مصنفین کے متفقہ بیان کے بموجب بھی یمن کی قوم سبا کی وساطت سے فولادی اشیا تلواریں نیزے، بلم، اور خنجر وغیرہ یمن تک پہونچتی تھیں، اور وہاں سے یہ تمام سامان دست بدست ہوتا ہوا مصر پہونچا کرتا تھا علامہ ندوی نے بھی اس دور کے آخر میں ہندی نیزجات اور آبدار تلواروں کا مصر تک پہونچنا ثابت کیا ہے [2]

ملکہ سبا کا حضرت سلیمانؑ کے لئے بہت سی دوسری اشیاء کے ساتھ ہندی فولاد کی مصنوعات بھی لے جانے کا ذکر تاریخی تذکروں میں ملتا ہے، اور ملکہ ہی کے زمانہ کے لگ بھگ ساحل کیرالہ سے ہندی تلواروں کا عرب حلقوں میں پہونچنا بھی تاریخی اوراق میں ملتا ہے اسلحہ سازی کی ترقی کا پتہ ان ناموں سے آسانی سے لگایا جاسکتا ہے جن کا ذکر

---

[1] قصص القرآن از مولانا حفظ الرحمٰنؒ۔ [2] عرب ہند کے تعلقات

بھارت اور راماین میں بہ تکرار ملتا ہے۔ ہند کی پولٹیکل اکانومی کے مصنف کے بقول اگر ان ناموں کا دسواں حصہ بھی صحیح ہے۔ تو یقیناً ایرین کے عہد کے آلات حربیہ صرف تیر و کمان اور برچھی بھالوں تک محدود نہ تھے سکندر، دارا کو ہندی آلات حربیہ کی رسائی اگرچہ بودھ کے صرف ابتدائی دور کی بات ہے لیکن اتنی معیاری ترقی بودھ کے ابتدائی عہد میں ہرگز نہیں ہو سکتی یقیناً اسلحہ سازی کی صنعت ایرین کے آخر دور میں کافی شہرت پذیر ہو چکی تھی اس میں شک نہیں کہ فولاد سازی کا فن ایرین نے دراوڑوں سے سیکھا لیکن شاگرد اپنی ذہنی صلاحیتوں کی بنا پر استاد سے سبقت لے گیا۔

محکمہ آثار قدیمہ کے سابق ڈائرکٹر مسٹر پال کے بیان کے مطابق ایرین فولاد سازی میں بڑے ماہر تھے جس کی تصدیق پروفیسر ولسن کے بیان سے بھی ہوتی ہے اور "قرون وسطیٰ میں ہندوستانی تہذیب" کے مصنف کی تحقیق کے بموجب اس عہد میں حربی اور دوسرے قسم کے فولادی اوزار اس کثرت سے تیار ہوتے تھے کہ ملکی ضرورتوں کی تکمیل کے بعد میسوپٹامیہ اور اس کے ملحقہ علاقوں میں بابل، سمیریہ، اشوریہ بلکہ مصر یونان تک ان کی ترسیل کا سلسلہ فلیشیس قوم کے ذریعہ جاری تھا

بابل کے تجارت پیشہ قبائل نے بھی اس دور میں ہند سے تجارتی رابطہ میں کوئی کمی نہیں کی، مصنوعات کی نسبت بابل میں ہند کی خام اشیا زیادہ برآمد کی جاتی تھیں، جن میں خام لوہا، فولاد، شیشہ، روئی، لوتیہ، کافور لوبان اور مختلف قسم کی جڑی بوٹیاں شامل تھیں، آبی راستوں کے علاوہ خشکی کے راستہ بھی تجارت کا سلسلہ جاری تھا اور اس تجارت میں ایرین تاجروں کے قافلے بھی رواں دواں نظر آتے ہیں، "عہد قدیم مشرق و مغرب" کے مصنف نے افغانستان ہوتے ہوئے ایرین تاجروں کے قافلوں کا بابل کی سرحد تک پہونچنا ثابت کیا ہے اور "قرون وسطیٰ میں ہندوستانی تہذیب" کے فاضل مصنف کے نزدیک پانچ پانچ سو بیل گاڑیوں کے قافلے ہندی سامان تجارت لے کر ایران کے راستہ بابل پہونچا

کرتے تھے،

ہندوایران کے تجارتی تعلقات سرحدی قربت کی بنا پر بہت پرانے ہیں سیکڑوں نہیں ہزاروں سال پرانے۔ لوکمانیہ تلک کی تحقیق کے بموجب ویدوں کی کچھ رچنا سرزمین ایران میں ہوئی خود لفظ ایران آریہن کا بدلہ ہوا روپ ہے اور قدیم ایرانی زبان بھی اسی ساک کی تھی جس کی سنسکرت ہے کہا جاتا ہے کہ پہلے دونوں کا رسم الخط بھی ایک ہی تھا جو سیدھی طرف سے شروع ہوتا تھا تلاش وجستجو کے نتیجہ میں صدہا ایسے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ جو دونوں زبانوں میں بہ تفاوت تلفظ مشترک سے ہیں، مثلاً برادر. بھراتر، دختر دھتیا، مادر، ماتر، اعضاء بدنیہ کے ناموں میں بھی یہ اشتراک پایا جاتا ہے، مثلاً پا پاد، دست، دھست، چشم، چکشو وغیرہ،

جغرافیائی قربت نے اس رشتہ کے استحکام میں بڑی مدد کی، ان تہذیبی اور ثقافتی روابط کی اور بھی متعدد مثالیں ملتی ہیں لیکن یہاں ان سے کوئی بحث نہیں جہاں تک تجارتی روابط کا تعلق ہے اس میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا، ایرانی تاجر ہندی سامان تجارت کبھی بلوچستان و افغانستان اور کبھی خلیج فارس کے راستے لیجاتے تھے خود ایرانی تاجروں کے قافلے بھی ہندی سامان تجارت بہم پہنچانے میں مسلسل رواں دواں نظر آتے ہیں، اور درہ بولان کے راستے ہزاروں اشتران بارکش اور بیل گاڑیاں ہندی سامان تجارت سے لدی ہوئی ایران جاتی دکھائی دیتی ہیں [1]

مصر سے ہندی تجارت کا جو ابتدائی رابطہ فینیشین قوم کے ذریعہ قائم ہوا تھا وہ اس دور میں ترقی پذیر نظر آتا ہے چنانچہ سولہ سو قبل مسیح مصر کے ایک فرعونی توطمس سوم کے زمانہ میں ہماری سامان تجارت سے جس میں آبنوس، عود، ہاتھی دانت اور اس کی

---

[1] عہد قدیم مشرق و مغرب۔

مصنوعات اور قیمتی پتھر، آبدار موتی، خوشبودار گوناگوں عطریات، منقش ظروف و زیورات، سوتی ریشمی کپڑے اور تلوار بلم وغیرہ شامل تھیں، کافی دولت جمع ہوگئی تھی کہا جاتا ہے کہ ہندی سامان کی تجارت سے تو طمس کو جو ٹیکس وصول ہوتا تھا اس سے اس کے ذاتی خزانہ میں دس ہزار من سونا چاندی جمع ہوگیا تھا۔

رعمیس اول متوفی تیرہ سو قبل مسیح کے عہد میں یہ سلسلہ اور آگے بڑھا تھا اور مصری تاجروں نے ہندی سامان تجارت سے خوب دولت کمائی، کریٹ مصری تاجروں کی بیرونی تجارت کا خاص مرکز تھا اور یہیں سے ہندی سامان تجارت کے لئے یورپ کے ساحلوں تک پہونچا کرتا تھا۔ ہندی سامان کی ترسیل میں مصری تاجروں کا نام بار بار آتا ہے لیکن حقیقت میں اس ترسیل کا سارا کاروبار فنیقی اور سبائی عربوں کے ذریعہ انجام پاتا تھا، آشوری قبائل نے بھی اس دور میں ہند سے تجارتی رشتہ قائم کیا تھا اور ہر قسم کے خام و مصنوعہ سامان کی ترسیل جاری تھی، ہند سے تجارتی تعلقات کو وسعت دینے کے لئے سلاطین آشوریہ نے ملکی تاجروں کو بڑی سہولتیں بہم پہونچائیں، جس کے نتیجہ میں شاہراہوں پر آباد شہر تجارت کا مرکز بن گئے، عربوں کے تجارتی قافلے ہندی سامان لے کر آشوری شہروں سے گذرتے تھے اور انہیں شہروں میں مقامی تاجر اس کی خریداری کے لئے جمع ہوجاتے تھے۔

یہ عجیب اتفاق ہے کہ ویدک یا آریئن دور میں بھی وہی علاقے صنعت و تجارت کے مرکز رہے جو دراوڑی عہد میں مشہور رہ چکے تھے اور کاروبار بھی ان ہی ممالک سے جاری رہا جن سے دراوڑی عہد میں جاری تھا اور تجارتی توسل بھی زیادہ تر وہی رہے، یعنی ہندی تجارت کا ابتدائی رابطہ فنیقی قوم کے تجارتی جہاز رانوں کے ذریعہ قائم ہوا تھا اس دور میں بھی قائم رہا، دراوڑی عہد میں لوتھل، مدورائی، سوراشٹر، سندھ، کاشی وغیرہ، صنعت و تجارت کے اہم مرکز تھے، اور ان ہی علاقوں سے بیرونی تجارت کا سلسلہ جاری تھا، ویدک عہد میں بھی یہ علاقے تجارت کا مرکز رہے، اور ان ہی علاقوں سے فنیقی حوالے

کی معرفت ہندی مال تجارت بیرون ہند پہونچتا رہا، تجارتی مرکزوں کی طرح اس دور کی عام صنعتیں بھی وہی رہیں جن کی بنیاد دراوڑی عہد میں پڑ چکی تھی لیکن ساخت کی خوبی صفائی اور استحکام میں زمین آسمان کا فرق ہو گیا۔

نربدا اور تاپتی کی وادیوں میں قدیم شہروں کی دریافت کے علاوہ ظروف و، زیورات اور اوزار و آلات کے ایسے نمونے بھی ملے ہیں جن کے متعلق یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ یہ آرین دور کی صنعت کاریوں کے اعلیٰ نمونے ہیں، اور ان ہی علاقوں سے ایسے سلیمانی پتھر بھی دستیاب ہوئے ہیں جو کاروبار میں بطور باٹ استعمال کئے جاتے تھے۔

شکر سازی شکر سازی اور شکر کے لحاظ سے یہ دور اپنے ماسبق دور سے بہت آگے نکل گیا، بلکہ ایک قسم کی مذہبی تقدیس بھی اس کو حاصل ہوئی، اس دور کی دیومالائی روایتوں میں گنے کو کام دیو (ہندی کیوپڈ) کی کمان کہا گیا ہے، اور اس کے معرض وجود میں آنے کے متعلق بھی متعدد استعجاب انگیز روایتیں ملتی ہیں، چنانچہ ایک خاص روایت کے بموجب راجہ ترشنگ نے وشوامتر سے اپنے کو سورگ میں بھجوانے کی درخواست کی وشوامترا نے اگرچہ یہ درخواست منظور کر لی لیکن راجہ اندر نے داخلہ کی اجازت نہیں دی، دوبارہ درخواست کرنے پر وشوامترا نے ترشنگ سورگ نام کی ایک جنت زمین اور پرانی جنت کے درمیان راجہ کے لئے بنا دی، گنا ان درختوں میں سے ایک تھا، جو راجہ کے استعمال کے لئے وہاں پیش کیا گیا تھا، ہماری خوش قسمتی کہ کسی سانحہ کے بنا پر راجہ ترشنگ مع اپنے گنے کے سورگ سے زمین پر بھیجدیے گئے، اور اس طرح جنت کا یہ پودا ہمارے کام و دہن کی لذت کے لئے زمین پر آگیا ہے، یہ استعجابی روایت قدیم مذہبی کتابوں میں اس مختصر سے جملہ کی صورت میں بھی ملتی ہے،

منی وشوامترا نے گنے کو راجہ ترشنان یا ترشنگھ کے لئے پیدا کیا تھا،

لے انگریزی ماہنامہ اسکول سائنس،

لوٹل ویری کی تحقیق کے بموجب ہندوؤں کی مشہور کتاب منوسمرتی میں منوجی نے شکر کا ذکر بڑے لذت اندوز انداز سے کیا ہے، سنسکرت ویاکرن قدیم ترین مصنف پانینی نے بھی ... قبل مسیح گڑ اور شکر کا ذکر کیا ہے، اور اس کے ایک صدی بعد مشہور ہندی ویدچرک کی طبی تصانیف میں رنگ اور صفائی وغیرہ کے لحاظ سے اس کی متعدد قسموں کا بھی ذکر ملتا ہے۔

ہند کی بہت سی چیزیں بودھ بھکشوؤں کے ذریعہ جنوب مشرقی ایشیا خصوصاً چینی علاقہ تک پہونچیں، لیکن ایکھ کا پودا بودھ سے تقریباً ایک ہزار سال پہلے سرزمین چین پہنچ چکا تھا۔ چونکہ اہالیان چین گڑ اور شکر سازی کی صنعت سے ناواقف تھے اس لئے ایرین کے آخری دور سات سو قبل مسیح چینی تاریخ کے مشہور شہنشاہ تائی کنگ نے ایک وفد شکر سازی کی معلومات کے لئے ہند بھیجا تھا جو یہاں سے پوری معلومات اور تجربہ حاصل کر کے واپس ہوا تھا۔[۱]

جاوا وغیرہ کا علاقہ شکر اور نیشکر پیدا کرنے میں بہت مشہور رہا ہے لیکن ہند کے محکمۂ زراعت کی طرف سے جنوری ۱۹۶۲ء کو جو اطلاع نامہ شائع ہوا، اس میں گنے کو، جو خوراک ہندوستان کا ایک ایسا قدیم ترین زرعی تحفہ کہا گیا ہے جو تمام دنیا کو ہند کی طرف سے ملا ہے قدیم ترین مغربی دنیا گنے کے نام اور شکل سے بھی واقف نہ تھی، تمام میٹھی چیزیں وہاں شہد سے تیار کی جاتی تھیں اس لئے اہل مغرب کے نزدیک وہ ملک بڑا خوش نصیب سمجھا جاتا تھا جہاں دودھ اور شہد کی افراط ہوتی تھی۔[۲]

کپاس اور پارچہ بافی کپاس کی کاشت کیلئے وادی سندھ اور جنوبی ہند کی کالی مٹی والا علاقہ دراوڑی دور سے بہت مشہور رہا ہے اس دور میں بھی اسی علاقہ کو زیادہ شہرت حاصل رہی پانچ سو قبل مسیح کے یونانی مؤرخ ہیروڈوٹس کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان

---

[۱] عہد قدیم مشرق و مغرب۔ [۲] انگریزی ماہنامہ اسکول سائنس۔

میں ایسے جنگلی پودے پائے جاتے تھے جن سے بھیڑ کے اون سے بھی بہتر دھاگا تیار ہوتا تھا، اور ہندی پارچہ باف اس سے نہایت نفیس کپڑا تیار کرتے تھے اس دور کی مذہبی کتابوں میں بھی کپاس اور پارچہ بافی کا ذکر اس انداز سے ملتا ہے جس سے اس کی خوبی نفاست اور خوش نمائی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کاشی کم یعنی بنگال کا علاقہ دراوڑی عہد سے ململ سازی کیلئے مشہور چلا آتا ہے لیکن اس دور میں اس صنعت کو خصوصی فروغ حاصل ہوا چنانچہ اس علاقہ کی ململوں کی نفاست وخوبی اور قدر وقیمت کا صحیح اندازہ ڈیڑھ ہزار قبل مسیح کے فراعنۂ مصر کی ان نعشوں سے لگایا جاسکتا ہے جو یہاں کی ململوں میں لپٹی ہوئی پائی گئی ہیں [۱]

مجسمہ سازی آرین کے ابتدائی دور میں مورتی پوجا کا رواج نہ ہونے کے بنا پر عرصہ تک مندار وغیرہ کی تعمیر نظر نہیں آتی، اس لئے سنگ تراشی اور مجسمہ سازی کا کوئی واضح ثبوت نہیں ملتا، لیکن آخر دور کے دستیاب شدہ برتنوں وغیرہ پر مختلف قسم کے جانوروں اور متبرک درختوں کی تصاویر دیکھ کر ان کے ذوق مجسمہ سازی کا بھی پتہ چلتا ہے، اس دور میں بے شمار سماجی تبدیلیوں کے باوصف دھاتوں کی ڈھلائی کا کام کرنے والے قبائلی دستکار اُن دیوی، دیوتاؤں کے دلکش مجسمے (بت) تیار کرتے تھے، جو ان کے عقیدے کے مطابق آنے والی مصیبتوں سے ان کو بچاتے تھے، ان جانوروں اور پرندوں کے مجسمے بھی تیار کرتے تھے جو ان کے مذہبی تصورات کے بموجب مالک کو ان کی تمام تر حاجتیں اور قوت و توانائی بخشتے تھے، مجسمہ سازی کی قدیم ترین کتابوں یعنی شلپ شاستروں میں مختلف دیوی دیوتاؤں کے مجسمے بنانے کے سلسلہ میں گوناگوں تفصیلات ملتی ہیں، اس دور کے فنکاران ہی اصول کے مجسمے تیار کرتے تھے، اگرچہ ہر ایک مجسمے کی شکل وصورت ذہن میں پہلے سے متعین ہوتی تھی تاہم ایک مجسمہ ساز اپنی ذہنی تخلیق میں ایک نئی روح پھونک دیتا تھا، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ ہر فنکار

---

[۱] عرب و ہند کے تعلقات۔

ایسے مجسمے تیار کرتا تھا جو ان کے عقیدوں کی آئینہ داری کے علاوہ کندہ کاری اور ڈھلائی کے مختلف اسلوبوں میں ان کی مہارت کا مظہر ہوتا تھا۔

حالیہ کھدائیوں کے سلسلہ میں دراوڑوں کے مجسمہ سازی کے جو نمونے دستیاب ہوئے ہیں ان سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ ایرین سے پہلے اس صنعت کی بنیاد پڑ چکی تھی لیکن ایرین نے اس فن پر ایک نئی عمارت تعمیر کی جس کے نقش ونگار کی رنگینیوں نے فن میں جان ڈال دی یہی وجہ ہے کہ اس دور کے باکمال فنکاروں نے سرتا پا مسرت اور سرتا پا آہنگ رقاصوں کے مجسموں کو جس صناعی سے ڈھالا وہ اپنی مثال آپ ہی تھے،

تفسیر مظہری

عربی کامل سیٹ ——— دس جلدوں میں

تصنیف

حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی (رحمۃ اللہ علیہ)

قیمت کامل سیٹ غیر مجلد مبلغ =/250

مینیجر ندوۃ المصنفین دہلی ۶